Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 03, October-December 2024, **PP**: 01-18
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

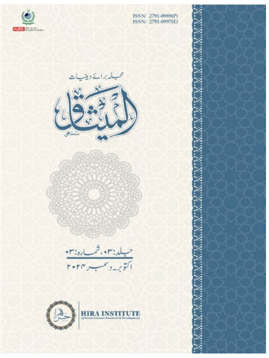

سِحْرُ الْبَیَان: منظوم ترجمہ قرآن از اثر زبیری لکھنوی: تعارف و تجزیہ

Seḥar-ul-Bayān: A Poetic Translation of the Qur'ān by Athar Zubairī Lucknawī: Introduction and Analysis

1. Dr. Muhammad Saeed Sheikh
saeed.sheikh@iub.edu.pk

Associate Professor / Chairman,
Department of Fiqh and Shariah,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite:	Dr. Muhammad Saeed Sheikh. 2024: "Seḥar-ul-Bayān: A Poetic Translation of the Qur'ān by Athar Zubairī Lucknawī: Introduction and Analysis". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (03): 01-18.
Article History:	**Received**: 03-10-2024 / **Accepted**: 20-10-2024 / **Published**: 01-12-2024

Copyright: ©**The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

سِحْرُ الْبَیَان: منظوم ترجمہ قرآن از اثر زبیری لکھنوی: تعارف و تجزیہ

Seḥar-ul-Bayān: A Poetic Translation of the Qur'ān by Athar Zubairī Lucknawī: Introduction and Analysis

1. **Dr. Muhammad Saeed Sheikh**
Associate Professor / Chairman,
Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
saeed.sheikh@iub.edu.pk

Abstract

Seḥar-ul-Bayān, authored by Athar Zubairī Lucknawī, is a distinctive poetic translation of the Qur'ān that stands out for its artistic elegance and linguistic depth. This work bridges the gap between Qur'ānic Arabic and the Urdu poetic tradition, making the divine message accessible to Urdu-speaking audiences in a rhythmically captivating manner. Unlike conventional translations, *Seḥar-ul-Bayān* employs the tools of poetry—rhyme, meter, and cadence—to interpret and present the Qur'ānic verses, preserving both their spiritual essence and aesthetic beauty. This paper delves into the stylistic and interpretive aspects of *Seḥar-ul-Bayān*, analyzing how Zubairī maintains the delicate balance between poetic creativity and the theological integrity required in Qur'ānic translation. By examining selected passages, the research illustrates how the translator adapts Qur'ānic concepts into Urdu's rich literary tradition without compromising their original meaning. The study also investigates the challenges inherent in rendering sacred scripture into verse, such as the potential for loss of precise meaning or doctrinal nuances in the pursuit of poetic structure. Furthermore, the paper contextualizes *Seḥar-ul-Bayān* within the broader discourse on Qur'ānic translations, exploring its impact on Urdu-speaking communities. It discusses the work's role in promoting a deeper engagement with the Qur'ān among readers who may find the original Arabic text challenging. The analysis also reflects on the artistic and cultural significance of blending classical Islamic teachings with the Urdu poetic form, contributing to both Islamic scholarship and South Asian literary heritage. In conclusion, *Seḥar-ul-Bayān* is presented as a testament to the power of poetic expression in conveying the Qur'ān's universal message, offering a unique medium for spiritual reflection and literary appreciation. This study underscores its relevance as both a devotional work and a masterpiece of Urdu literature.

Keywords: *Seḥar-ul-Bayān, Linguistics, Poetic Translation, Litreature, Discourse.*

تمہید

دنیا کی زبانوں میں اُردو کو یہ شرف حاصل ہے کہ اِس میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کی تعداد بلا مبالغہ ہزاروں میں ہے۔ نظم و نثر دونوں میں قرآن مجید کا ذخیرہ موجود ہے۔ نثر میں قرآن مجید کا ترجمہ بہ نسبت نظم کے قدرے آسان ہے، مگر نظم میں ترجمہ کرنا، اور پھر قرآن مجید کا ترجمہ کرنا ناممکن حد تک مشکل ہے۔ اس کے باجود قرآن مجید کے مکمل منظوم مطبوع تراجم کی تعداد بیس سے زائد ہے۔ بعض تراجم مقفیٰ ہیں تو بعض نظم آزاد کی ہئیت میں ہیں۔ نظم نگار مترجمین قرآن کی ایک بڑی تعداد نے مثنوی ہیئت کو اختیار

کیا ہے۔ مثنوی ہیئت میں منظوم تراجم قرآن میں سے ایک بہترین ترجمہ ''سحر البیان'' ہے، جس کے خالق اثر زبیری لکھنوی ہے۔ اس مقالے میں سحر البیان کے محاسن وامتیازات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

تعارف نظم نگار مترجم

اثرؔ زبیری لکھنوی 1916ء میں لکھنؤمیں پیدا ہوئے[1]، آپ کا اصل نام مجید احمد[2] ہے، علم وادب اور شاعری میں اثرؔ زبیری لکھنوی کے نام سے متخلص ہیں۔ آپ نے شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا، میلانِ طبع چوں کہ مذہب کی جانب زیادہ تھا، اِس لیے آپ نظم کی جانب متوجہ ہوئے اور حمد ونعت اور مناقبِ سلف صالحین جیسی شعری اَصناف میں اپنا لوہا منوایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق ''شہیدِ ستم'' کے نام سے ایک طویل نظم لکھی۔[3] تاریخ اسلام کی مقتدر ہستیوں کے واقعات کے بیان پر مشتمل شعری مجموعہ بہ عنوان ''شمع ازل'' 1939ء میں رحمانی پریس لکھنو سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوا[4]، حمد ونعت اور مناقب پر مشتمل دوسرا مجموعہ ''سلسبیل'' کے عنوان سے کراچی سے شائع ہوا[5]۔ ''صحیح اُردو'' کے عنوان سے ایک مسودہ تیار تھا، جس کی اشاعت کے سلسلے میں ''مقتدرہ قومی زبان'' اسلام آباد کے کارپردازان سے خط وکتابت بھی جاری رہی، کافی حد تک کام مکمل بھی ہو چکا تھا مگر بوجوہ وہ مسودہ اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔[6] جناب اثرؔ زبیری نے غزلیات، رباعیات، قطعات اور نظمیات کا ایک مجموعہ بہ عنوان ''غبارِ کارواں'' تیار کر رکھا تھا[7]، جو اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔

اثرؔ زبیری نے قیامِ پاکستان کے بعد لکھنؤ سے کراچی ہجرت کی تو پاکستان ملٹری اکاؤنٹس میں ملازمت اختیار کی اور یہیں سے ریٹائرڈ ہوئے، فاضل موصوف تعلیمی قابلیت کے لحاظ سے بہ قول آپ کے خلف احمد شہاب جامعی، بی اے تھے۔[8] اثرؔ زبیری لکھنوی طویل علالت کے بعد اسی سال کی عمر میں مؤرخہ 10/ جون 1996ء مطابق 23/ محرم الحرام 1417ھ بروز سوموار کو آغا خان ہسپتال کراچی میں اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور عزیز آباد کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔[9]

منظوم ترجمہ کرنے کا خیال

اثرؔ زبیری کو منظوم ترجمہ کرنے کا خیال جنوری 1943ء میں آیا۔ روادِ خیالِ ترجمہ بہ زبانِ قلمِ ناظمِ ترجمہ ملاحظہ ہو:

> میرے ایک عزیز دوست مولانا محمد ادریس صاحب ساکن مورانواں نے مجھ سے اُس نظم [شہیدِ ستم، جس کا حصہ ٔحمد سورۂ رحمن سے مستفاد ہے] کے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ ابھی صرف حصہ ٔحمد ہی پڑھا جاسکا تھا کہ نمازِ مغرب کی اَذان ہوگئی اور ہم لوگ مسجد میں چلے گئے۔ اِختتامِ فرض پر عین بہ وقتِ دُعا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جس طرح نظم کے حصہ ٔحمد میں [سورۂ رحمن سے] اِستفادہ کیا گیا ہے، کیوں نہ پورے قرآن مجید کے مطالب کو سَہل نظم کی صورت میں پیش کیا جائے، (حالاں کہ در حقیقت اُس وقت تک میرے علم میں ایسی کوئی مثال نہیں تھی) میں نے چاہا کہ مسجد سے باہر آکر اپنے اِس خیال کا اظہار مولانائے موصوف سے کروں، لیکن اُنھوں نے خود ہی پہل کی اور کہا کہ عین بہ وقتِ دُعا مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ اِسی نہج پر آپ پورے قرآن مجید کے ترجمے کو بھی نظم کرلیں۔ یہ ایسا اِتفاق بلکہ حسنِ اِتفاق تھا کہ میں نے اِس خیال کو تائید الٰہی اور اشارۂ ایزدی سمجھا اور مولانائے موصوف کے اِصرار پر اُسی شب میں اِس کارِ خیر کی ابتدا ہوگئی۔[10]

زمانۂ تخلیق منظوم ترجمہ

اثرؔ زبیری نے قرآن مجید کے منظوم ترجمہ کا آغاز جنوری 1943ء میں کیا، جس وقت آپ محلہ چمن گنج کانپور میں عارضی

طور پر مقیم تھے، فروری 1948ء تک گردشِ حالات کی وجہ سے اِس جانب کوئی عملی پیش رفت نہ ہو سکی۔ مارچ 1948ء کو کراچی میں قیام کے دوران اِس عظیم منصوبے کا آغاز کیا۔ آپ چونکہ سرکاری ملازم تھے اس لیے کوئی زیادہ وقت نہ دے پاتے، بس رات کے چند پہر ہی اِس پر صرف کر پاتے[11]، چودہ سال کی مسلسل محنت کے بعد شب جمعہ 27/ رمضان المبارک 1394ھ بمطابق 23/ فروری 1962ء کو یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔[12] تکمیلِ ترجمہ کے بعد ایک طویل مدت تک اس پر نظر ثانی و کتابت کا عمل شروع نہ ہو سکا اور یہ مسودہ فائلوں میں مقید رہا۔ 20/ اکتوبر 1973ء کو فاضل مترجم نے اپنے ترجمے پر نظر ثانی کا آغاز کیا اور یہ عمل 25/ اکتوبر 1974ء کو اپنی تکمیل کو پہنچا۔ یکم جنوری 1973ء تا 30/ ستمبر 1974ء اِس کی کتابت کا دورانیہ ہے۔[13] یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ کتابت کا آغاز جنوری میں ہو رہا ہے اور نظر ثانی کی ابتدا اُس کے بعد اکتوبر میں ہو رہی ہے۔ اِسی طرح ستمبر میں کتابت کا عمل مکمل ہو رہا ہے اور اِس کے ایک ماہ بعد اکتوبر میں نظر ثانی کا عمل تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

اثرؔ زبیری نے ترجمہ کرتے وقت حزم و احتیاط کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنا مسودہ مختلف علما کی خدمت میں لے کر جاتے رہے تاکہ کسی قسم کا سقم ہو تو اُس کو دور کیا جا سکے۔ مولانا عبد الماجد دریابادی سے اصلاح کرواتے رہے اور مولانا مفتی محمد شفیع کی ہدایات پر بھی عمل کرتے رہے۔ اتنی احتیاط کے باوجود اپنی اِس تخلیق کو منظوم ترجمہ کی بہ جائے ''نظم اُردو میں قرآن کریم کا سلیس اور بامحاورہ حاصلِ ترجمہ'' کہتے ہیں اور کہنا بھی یہی چاہیے۔

تجویزِ نام

اثرؔ زبیری نے اپنے ترجمۂ قرآن کا نام مہتمم دار العلوم دیوبند مولانا محمد طیب کی تجویز پر ''سحر البیان'' رکھا، تاکہ نام، حدیث نبوی ''إنّ من البیان لَسِحرا''[14] سے ماخوذ ہونے کے ساتھ ساتھ نوعیتِ ترجمہ پر بھی روشنی ڈالے۔[15]

صنفِ ترجمہ

صاحبِ سحر البیان نے ترجمۂ قرآن کو نظم کرنے کے لیے نظم کی صنفِ سخن مثنوی کو اختیار کیا اور بحورِ شاعری میں سے ''بحر ہزج مثمن سالم'' کو منتخب کیا، جس کا وزن ہے: مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن (ایک مصرعے میں چار بار) اور سحر البیان بہ اعتبار ترجمہ کے ''بامحاورہ ترجمہ'' ہے۔

سحر البیان کے مآخذِ استفادہ

> اثرؔ زبیری نے قرآن مجید کا ترجمہ نظم کرتے ہوئے اپنے درج ذیل مآخذِ استفادہ کی خود ہی نشان دہی کی ہے:
>
> 1۔ ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن مع حاشیہ از حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، 2۔ ترجمہ و تفسیر ابنِ کثیر از علامہ ابن کثیر، 3۔ ترجمہ و تفسیر ماجدی از مولانا عبد الماجد دریابادی، 4۔ تفہیم القرآن از حضرت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، 5۔ تفسیر کشاف (برائے استنباطِ لغت) از علامہ زمخشری، 6۔ ترجمۂ قرآن از شاہ عبد القادر محدث دہلوی، 7۔ ترجمہ کلام پاک از شاہ رفیع الدین محدث دہلوی، 8۔ ترجمہ و تفسیر بیان القرآن از حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی۔[16]

اِس اِقتباس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ترجمہ کرتے وقت اثرؔ زبیری کے زیرِ مطالعہ ماسوا تفسیر کشاف کے کوئی عربی تفسیر نہ تھی؛ کشاف سے بھی اِستفادہ محض استنباطِ لغت کی حد تک محدود تھا۔ فاضل مترجم تفسیر ابنِ کثیر سے بھی بہ واسطہ ترجمہ مستفید

ہوتے رہے۔ اِس سے یہ نتیجہ اَخذ کرنے میں بھی دشواری نہیں ہوتی کہ آپ کو عربیت سے واقفیت محض شُدبُد کی حد تک تھی، اگر آپ براہِ راست عربی سے مستفاد ہوسکتے تو تفسیر ابنِ کثیر کی غواصی ترجمہ کے ذریعہ نہ کرتے۔

اشاعتِ ترجمہ

سحر البیان کے تخلیق کار جناب اثر زبیری نے ترجمہ کی تکمیل سے قبل ہی اس کی جزوی اشاعتوں کا آغاز کر دیا تھا، اِس کی تکمیل کا سال تو 1962ء ہے، مگر تکمیلِ ترجمہ سے قبل 1951ء / صفر 1371ھ میں پہلا پارہ سحر البیان کے عنوان سے ادبی پریس کراچی سے طبع کرواکر زیارت لائینس ملیر کینٹ کراچی سے شائع کیا[17]، یہ ترجمہ 48 صفحات پر مشتمل ہے، پیش لفظ مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے، اس کے علاوہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا قاری محمد طیب، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا مفتی محمد شفیع کی تقاریظ شامل ہیں۔ فاضل نظم نگار نے 1956ء میں پارہ اوّل کا دوسرا ایڈیشن ایجوکیشنل پریس کراچی سے طبع کرواکر زیارت لائن ملیر کینٹ کراچی سے شائع کیا، اس کے صفحات کی مجموعی تعداد 62 ہے، اس میں سابقہ تقاریظ کے ساتھ مولانا اعزاز علی، شیخ الادب دار العلوم دیوبند اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کی تقریظوں کا اضافہ ہے۔ سحر البیان کی جلد 2 پارۂ سیقول بھی ناظم موصوف نے ایجوکیشنل پریس کراچی سے طبع کرواکر زیارت لائنس ملیر کینٹ کراچی سے شائع کی، اس کے صفحات کی مجموعی تعداد بھی 62 ہے، اس میں سالِ اشاعت کا کہیں ذکر نہیں ہے، البتہ اتنی بات یقینی ہے کہ اس کی اشاعت 1956ء یا 1957ء میں ہوئی ہے۔[18] سحر البیان کی جلد 3 پارہ تلک الرسل اپریل 1957ء میں فاضل نظم نگار نے مذکورہ پریس اور مقام سے شائع کی۔ راقم سطور کے پاس اس جلد کے تین نسخے ہیں، سوئے اتفاق کہ تینوں ناقص الآخر ہیں، تینوں نسخے ہی صفحہ 52 تک ہیں، اس صفحے تک تیسرے پارے کا ترجمہ تو مکمل ہے، مگر تقاریظ والے صفحات پھٹے ہوئے ہیں۔ ان جزوی اشاعتوں کے علاوہ تیسویں پارے کے ترجمے پر مشتمل سحر البیان کی جلد 30 بھی اشاعت پذیر ہوئی تھی، تلاشِ بسیار کے باوجود راقم سطور کو ماسوا سرورق کے یہ جزوی ترجمہ حاصل نہ ہوسکا۔

اِن جزوی اشاعتوں کے بعد 1974ء کے اواخر سے 1976ء کے اواخر تک یہ ترجمہ مکمل صورت میں پندرہ پندرہ پاروں پر مشتمل دو جلدوں میں الحجاز پبلشرز فیروز والا بلڈنگ کیمبل سٹریٹ کراچی نے فیروز سنز کراچی سے طبع کرواکر شائع کیا۔[19]

ترجمہ کا صوری حسن

ترجمہ صوری اور معنوی ہر دو اعتبار سے خوبصورت ہے، طباعت میں ناشر کا ذوقِ جمال عیاں ہے۔ سرورق مختلف رنگوں، عمدہ خطاطی (Calligraphy) اور خوبصورت حاشیہ سے مرصع ہے۔ سرورق پر عنوانِ ترجمہ اس طرح ہے:

قرآن کریم مع ترجمۂ منظوم الموسوم بہ سحر البیان

سنہری اور گہرے فیروزی رنگ کا حاشیہ ہر صفحے کو مزین کیے ہوئے ہے، ہر صفحے پر اوسط اٹھارہ سطریں ہیں؛ ایک سطر ہلکے فیروزی رنگ کی ہے اور ایک سطر بغیر رنگ (بیک گراؤنڈ) کے ہے؛ فیروزی سطر میں متن قرآن بہ نسبت ترجمہ کے جلی حروف میں لکھا ہوا ہے اور نچلی سطر میں منظوم ترجمہ ہے، ہر سطر دوسری سطر سے رنگ اور خط فاصل سے جدا ہو رہی ہے۔ صفحات کی تعداد 1498 ہے، مقدمہ، تقاریظ، پاروں اور سورتوں کی فہارس، رموزِ اوقافِ قرآن اور دیگر بنیادی معلومات پر مشتمل 56 صفحات اس کے علاوہ ہیں، دوسری جلد کے شروع میں یہ صفحات مکرر ہیں۔ یوں صفحات کی مجموعی تعداد (56+56+1498=)1610 بنتی ہے۔ اشعار کی تعداد 10180 اور مصرعوں (نامکمل شعر، یک مصرع) کی تعداد 3260 ہے۔[20] ترجمہ تحت اللفظ ہے اور منظوم ہے۔ شعر لکھنے کا انداز نثر لکھنے سے مختلف ہوتا ہے، اس لیے شاعر مترجم نے اپنے پیش رو نظم نگار مترجم شمس الدین شائق ایزدی صاحبِ نظم البیان کی تقلید

میں آیاتِ قرآنی کو شعروں کے تابع کر کے شعری انداز میں لکھا ہے جو کہ مستحسن عمل نہیں ہے۔

تقاریظ

منظوم تراجمِ قرآن میں "سحر البیان" کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اِس ترجمے کو وقت کے نام ور علمائے اسلام اور اکابرین امت کی تحسین وستائش حاصل ہے؛ اِن میں سے بعضے ایسے ہیں جن کے تراجم وتفاسیر کو قبولیت عامہ حاصل ہے، سحر البیان کا پیش لفظ معروف مترجم ومفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے اور مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اِس کا تعارف کرایا ہے، ان کے علاوہ مولانا شبیر احمد عثمانی (صاحبِ تفسیر عثمانی)، مفتی محمد شفیع (مصنف معارف القرآن)، مولانا سید ابو الاعلی مودودی (صاحبِ تفہیم القرآن)، مولانا اعزاز علی دیوبندی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا شمس الحسن تھانوی، مولانا محمد حسین پالوا، مولانا سلیم اللہ خان اور مولانا اکرام الحق جیسی عبقری شخصیات نے نہ صرف اِس منظوم ترجمہ کو سراہا بلکہ تعریف وتوصیف پر مبنی تقاریظ بھی لکھ دیں۔

مقدمہ

اثرؔ زبیری نے اپنے ترجمہ ٔقرآن پر ایک تفصیلی مقدمہ لکھا ہے، اُس میں اعجازِ قرآن، ضرورت واہمیت ترجمہ، غرض وغایتِ منظوم ترجمہ اور دورانِ ترجمہ جن التزامات کا اہتمام کیا ہے اُن پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اثرؔ زبیری سے قبل ایک مکمل منظوم تفسیر اور دو مکمل منظوم ترجمے اشاعت پذیر ہو چکے تھے: قاضی عبد السلام سلامؔ بدایونی کی زاد الآخرۃ مطبوعہ جون 1868ء[21] اور شمس الدین شائق کا ترجمہ نظم البیان مطبوعہ 1923ء[22] اور مطیع الرحمن خادمؔ کا منظوم ترجمہ نظم المعانی مطبوعہ 1946ء[23]، مگر اثرؔ زبیری اِن تینوں سے بے خبر تھے، آپ اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> متقدمین کی تصنیفات میں کسی ایسے ترجمے کا پتہ نہیں ملتا جو بالاستیعاب نظم کیا گیا ہو، البتہ متفرق آیاتِ قرآنی کے مطالب ومفہوم کو بعض بزرگوں نے نظم کا لباس پہنایا ہے، لیکن اُن کی حیثیت بہ جائے نظمِ مطالبِ قرآنی کے منظوم وعظ کی سی ہے، نیز یہ کہ ان میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ مذاقِ حاضرہ کے معیار پر پوری نہیں اترتی۔ اسی لیے آج کا ذوقِ سلیم اس کے مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔[24]

ناظمِ ترجمہ ٔقرآن اپنے ترجمہ کرنے کی غرض وغایت اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> میں نے مناسب سمجھا کہ مطالبِ قرآنی کو سلیس نظم کے لباس میں پیش کروں تا کہ ایک طرف تو بہ وجہِ نظم وشعر کے لوگ اس کی طرف زیادہ گرویدہ ہوں، دوسری طرف مطالبِ قرآنی سے آشنا ہو کر بہ توفیقِ ایزدی ایمان وعمل کی سچی حلاوت حاصل کر سکیں اور اس طرح مطالبِ قرآنی عامۃ الناس کو ازبَر اور اُن کے زبان زد ہو سکیں۔[25]

فاضل مترجم نے اثنائے ترجمہ جن التزامات کا اہتمام کیا ہے اُن کا ذکر بھی مقدمہ میں کر دیا ہے۔ آگے چل کر اُن التزامات کی روشنی میں ہی سحر البیان کا مطالعہ کریں گے تا کہ اس ترجمہ ٔقرآن کو مصنف کے اپنے ترازو پر تولا اور پرکھا جا سکے۔

تسمیہ کا ترجمہ

فاضل مترجم نے الحمد سے والناس تک تمام سورتوں کے آغاز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ایک ہی ترجمہ کیا ہے، ملاحظہ ہو:

خدا کے نام سے آغاز کرتا ہوں کہ وہ "آقا"
بڑا ہی مہرباں ہے اور نہایت مرحمت والا

حروفِ مقطعات

اثرؔ زبیری لکھنوی نے عام منظوم ترجمہ نگاروں سے ہٹ کر جمہور مفسرین کی اتباع میں حروفِ مقطعات کی مراد متعین کرنے سے پہلو تہی کی ہے، تمام حروف مقطعات کو بے ترجمہ چھوڑ دیا ہے، تاہم احتیاط سے کام لیتے ہوئے حروف مقطعات کو ان کی اصلی شکل میں ترجمے میں جگہ دی ہے (شعر میں وزن سے خارج رکھتے ہوئے)، ماسوائے سورۃ البقرۃ، سورۂ آل عمران، الاعراف، الرعد، حم السجدہ اور سورۃ الشوریٰ کے، کہ اِن سورتوں کے شروع میں حروفِ مقطعات ترجمے میں کتابت سے رَہ گئے ہیں۔ حروف مقطعات کا ترجمہ نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اثرؔ زبیری نے ترجمہ کے لیے جس بحر کو منتخب کیا ہے اُس میں حروفِ مقطعات کا ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔

التزاماتِ عشرہ

فاضل نظم نگار مترجم نے اپنے مقدمہ میں دس التزامات کی نشان دہی کی ہے، جن کا انھوں نے اثنائے ترجمہ لحاظ رکھا ہے۔ باری باری اُن التزامات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مترجم کس حد تک اپنے دعویٰ میں کام یاب ٹھہرے ہیں۔

التزامِ اوّل

فاضل مترجم کا دعویٰ ہے کہ اپنے ترجمۂ قرآن میں عبارتِ نظم کو آسان لفظوں میں پیش کیا ہے اور ترتیبِ مطالب کے لحاظ سے اصل عبارت کا تسلسل بھی قائم رکھا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

اَ وَ لَمْ نُعَمِّرْ كُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ
دیا تھا کیا نہ تم کو ہم نے موقع اِتنا جینے کا — کہ اُس میں جس کو جو کچھ بھی سمجھنا تھا سمجھ لیتا
وَ جَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ
اور "اِتنا ہی نہیں ہے بلکہ اِس دن کی خبر لے کر" — تمھارے پاس پہنچے تھے ڈرانے والے "پیغمبر"
فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ[26]
پس اب چکھو تم "اپنے کفر کا بھرپور" خمیازا — کہ ایسے ظالموں کا کوئی بھی یاور نہیں ہوگا[27]

پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں تَذَكَّرَ يَتَذَكَّرُ (تَذَكُّرٌ) کا ترجمہ "سمجھنا" کیا ہے، اِس سے زیادہ نمایاں اور جامع ترجمہ "نصیحت حاصل کرنا" ہے۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں جَآءَ كُمُ النَّذِيْرُ کا ترجمہ "تمھارے پاس پہنچے تھے ڈرانے والے" درست نہیں ہے۔ صائب ترجمہ "تمھارے پاس ڈرانے والا (بھی) آیا" ہے۔ واحد کا ترجمہ جمع میں کرنا کسی طرح بھی درست نہیں، بالخصوص اِس مقام پر جہاں اکثر مفسرین کی رائے میں "النَّذِیْر" سے مراد حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اطہر ہے[28]، اگر حضور ﷺ کی ذاتِ مبارک نہ بھی مراد لی جائے تو بھی ہر قوم میں فی زمانہ کوئی نہ کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) آیا، وہ مراد ہو سکتا ہے۔ الغرض واحد کا ترجمہ جمع میں کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی کسی نام وَر مترجم نے اِس مقام پر واحد کا ترجمہ جمع سے کیا ہے۔

درج بالا تین اشعار میں شاعر نے دو مقام پر املائی تصرف بھی کیا ہے۔ فارسی کے لفظ "خمیازہ" کا درست املا "ہ" (ہائے ہوز) کے ساتھ ہے، شاعر نے اپنا قافیہ سیدھا کرنے کے لیے ہائے ہوز کو الف سے بدل دیا ہے۔ اسی طرح "موقع" کا املا "موقعہ" سے کیا ہے، جو کہ درست نہیں ہے۔ اگر "موقعہ" کے املا کو درست مان لیں اور آخری اصلی حرف "ہ" تسلیم کر لیں تو تلفظ میں عین حذف ہو جاتی ہے، تو یہ عروضی غلطی بن جائے گی۔ شاید مترجم بھی اس لفظ کا املا "ہ" کے بغیر ہی درست سمجھتے ہیں، اسی املا کے ساتھ شعر کو وزن میں پڑھا جا سکتا

ہے اور غالباً اسی وجہ سے اُنھوں نے اپنے مقدمہ میں "موقع" بغیر "ہ" کے لکھا ہے، لہٰذا اِس کو سہوِ کتابت پر محمول کریں گے۔

التزام دوم

مترجم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ ترجمے کو مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی سعی کی گئی ہے اور اس امر کی حتی الوسع رعایت رکھی گئی ہے کہ جس ترتیب کے ساتھ قرآنی الفاظ سطر بالا میں مرقوم ہوں اُسی ترتیب کے ساتھ اس کے تحت عبارتِ نظم میں بھی لائیں جائیں۔ اِس طریقہ سے یہ فائدہ ہوا کہ عبارتِ قرآنی کی تفہیم سہل ہو گئی۔

وَ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ　　فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

خدا ہی کے لیے ہے "کار گاہِ" مشرق و مغرب　　جدھر بھی رُخ کرو حق کی توجہ ہے اُسی جانب

اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ [29]

کہ بے شک ذات، مولا کی بڑی ہی علم والی ہے [30]

شعر اوّل کے مصرع اوّل میں "کار گاہ" کا اضافہ توضیحِ مطلب کے لیے ہر گز نہیں ہے، بل کہ یہ شعری ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ ضرورتِ شعری کو نبھاتے نبھاتے مترجم قرآنی مفہوم سے بہت دور چلے گئے ہیں؛ یہاں مشرق و مغرب کی سمتیں وجہتیں مراد ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور سیاقِ آیت سے بھی یہی مفہوم منشرح ہو رہا ہے۔ گار گاہِ مشرق و مغرب سے شاعر کی نہ جانے کیا مراد ہے؟ اگر اس سے مراد کارخانۂ حیات لیں تو بھی یہ درست نہیں ہے۔ دوسرے مصرع میں لفظ اللہ جو کہ اللہ کا اسم ذاتی ہے، کا ترجمہ "حق" سے کرنا بھی محل نظر ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ کا یک مصرعی ترجمہ "کہ بے شک ذات، مولا کی بڑی ہی علم والی ہے" ناقص ہے۔ لفظ وَاسِعٌ کا ترجمہ ہونے سے رَہ گیا ہے، جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت، علم اور رحمت کی وسعت کو بیان کر رہا ہے۔[31] اِس مصرع میں لفظِ اللہ کا ترجمہ "مولا" سے کیا گیا ہے، عروضی اعتبار سے لفظ مولا "فِعْلُنْ" کے وزن پر ہے اور لفظ اللہ کی کھڑی زبر کو زبر سے بدل دیں یعنی "اَل ل ہٗ" پڑھیں تو یہ بھی فعلن کے وزن پر آجائے گا۔ جب لفظ اللہ شعر میں باندھا جاسکتا ہو تو پھر اُس کا ترجمہ کسی ایسے لفظ سے کرنا جو اللہ جل مجدہٗ کے لیے مخصوص نہ ہو، مناسب نہیں ہے۔

بعض مقامات اِس قسم کے بھی آئے ہیں جہاں بہ ضرورت توضیحِ مطلب تشریحی الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے اور بعض مواقع ایسے بھی آئے ہیں جہاں بہ ضرورت شعری زائد الفاظ استعمال کرنا پڑے، فاضل مترجم نے ان سب کو واوین میں "" اِس انداز پر لکھ دیا ہے کہ شرح و ترجمہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو سکیں۔ اِس احتیاط کے نتیجے میں نہ تو معنیٰ میں کوئی فرق آیا اور نہ ہی عبارت کے تسلسل میں گرہ پڑ سکی۔ مثال ملاحظہ ہو:

وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَہٗ سَبْعِیْنَ رَجُلاً　　لِّمِیْقَاتِنَا

چنے موسیٰؑ نے ستر شخص اپنے ساتھیوں میں کے　　ہمارے مقدم موعودہ پر لانے کی نیت سے

فَلَمَّا اَخَذَتْھُمُ الرَّجْفَۃُ　　قَالَ رَبِّ

تو اُن کو آ لیا "یکبارگی" اِک زلزلے نے جب　　گزارش کی "پریشاں ہوکے" موسیٰ نے کہ میرے رب

لَوْ شِئْتَ　　اَھْلَکْتَھُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِیَّایَ

اگر یہ بات منظور آپ کو ہوتی تو پہلے ہی　　انھیں بھی کر چکے ہوتے ہلاک آپ اور مجھ کو بھی

اَتُھْلِکُنَا　　بِمَا فَعَلَ السُّفَھَآءُ مِنَّا

خدایا آپ کیا نذرِ فنا ہم سب کو کردیں گے ہمارے چند نادانوں کی "ناشائستہ" حرکت سے
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ
سراسر آپ کی جانب سے یہ اِک آزمائش ہے
تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ
جسے بھی آپ چاہیں اُس کو اس سے گمرہی بخشیں جسے بھی آپ چاہیں اُس کو توفیقِ ہدایت دیں
اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْلَنَا وَ ارْحَمْنَا
ہمارے کار سازِ مہرباں ہیں آپ اے داور لہٰذا مغفرت اور مرحمت فرمائیے ہم پر
وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ [32]
کہ سارے بخشنے والوں میں بہتر آپ ہی تو ہیں [33]

شعر اوّل وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا کا ترجمہ ہے۔ آیت کا مفہوم بڑی حد تک ادا ہو رہا ہے، مگر زبان وبیان کے حوالے سے اِس ایک شعر میں دو مقامات محل نظر ہیں۔ نمبر1: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں میں کے ستر شخص چنے: "میں کے" کی بہ نسبت "میں سے" زیادہ درست ہے، محض قافیہ کی مجبوری کے باعث شاعر "سے" کی بہ جائے "کے" لائے ہیں۔ نمبر2: اُردو میں "مقدّمِ موعودہ" کی ترکیب نامانوس اور غریب ہے۔ موعود تو مستعمل ہے موعودہ کا استعمال شاذ ہے۔

دوسرا شعر فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ کا ترجمہ ہے، مابین الواوین اضافے یعنی "یکبارگی" اور "پریشان ہو کے" توضیح مطلب اور تفہیمِ مفہوم کے ساتھ شعری ضرورت کو بھی خوب پورا کر رہے ہیں۔ اِس مقام پر قَالَ کا ترجمہ "گذارش کی" بھی عمدہ ہے۔ تیسرا شعر لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ کا ترجمہ ہے اور چوتھا شعر اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا کا ترجمہ ہے۔ اِن دونوں اشعار میں شاعر قرآنی مفہوم کے ابلاغ میں کام یاب ٹھہرے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ کا ترجمہ ایک مصرع میں کیا ہے اور عربی میں نفی واثبات سے جو حصر کا فائدہ لیا جاتا ہے اُس کی جھلک ترجمہ میں بھی نظر آرہی ہے۔ آیت کے اگلے حصے کے مفہوم کے ابلاغ میں بھی شاعر کام یاب ٹھہرے ہیں۔

التزام سوم

نظم نگار کے دعویٰ کے مطابق اُن مقدرات و مکنوناتِ قرآنی کو بھی ترجمہ میں شامل کر لیا گیا ہے جو اصل عبارت میں مذکور تو نہیں ہیں بلکہ درحقیقت مرادِ عبارت ہیں۔ نظم ترجمہ میں ان کو شامل کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ فہمِ معنیٰ میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی۔ اسی طرح جہاں کہیں واوِ عطف کا تعلق پورے ماسبق جملے سے تھا اسے ترجمہ میں اس طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ واوِ مذکورہ کا ترجمہ اپنے پورے معطوفہ جملے کے معنیٰ کے ساتھ ساتھ نظر آتا ہے۔ غرضیکہ ہر لفظ کے محل استعمال اور مقصدِ منطوق کو پورے طور پر مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

حفظِ مراتب اور ادب کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے، اگر عبارت میں عام شخص سے خطاب ہے تو کہہ دے یا بتادے کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں حضور ﷺ کو مخاطب کیا گیا ہے وہاں کہہ دیجئے یا بتادیجئے جیسے الفاظ لائے گئے ہیں۔

وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا
اگر ہم کرتے نازل غیر عربی نُطق میں قرآں تو "اُس کو سُن کے" ہوتے معترض "اِس طور پر ناداں"

لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ

کہ آخر پُر وضاحت کیوں نہیں ہیں آیتیں اِس کی — یہ کیا قصہ ہے ، مُصحف غیرِ عربی اور نبی عربی

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ

یہ کہہ دیجئے کہ ہے یہ تو برائے اہلِ ایماں ”ہی“ — ہدایت کا صحیفہ بھی شفایابی کا نسخہ بھی

وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ

اور اُن لوگوں کے کانوں پر تو بندش ہے سماعت کی — نہیں ہیں جو خدا کے اور پیغمبر کے قائل ہی

وَ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى

ہے اُن کے حق میں یہ قرآن نابینائی کامل — ”بہ ہر صورت اک ایسی کیفیت کے ہیں وہ سب حامل“

اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ[34] ” “

کہ جیسے دور سے دی جارہی ہوں اُن کو آوازیں — ”جنہیں وہ لوگ سُن بھی لیں تو مقصد کچھ نہیں سمجھیں“[35]

درج بالا مثال کے پہلے شعر میں جَعَلْنٰهُ کا ترجمہ نازل کرنا سے کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے، درست ترجمہ ”اگر ہم اس کو عجمی (زبان) کا قرآن بناتے“[36] ہے۔ بنانا اور نازل کرنا الگ الگ تعبیرات ہیں، متن کے قریب رہنے کے لیے ضروری تھا کہ جَعَلْنٰهُ کا ترجمہ ”بنانا“ سے کرتے۔ شاعر کے لیے اصلاح تجویز ہے جو متن قرآنی کے زیادہ قریب ہے:

بناتے گر اسے ہم غیر عربی نطق کا قرآں

دوسرے مصرع میں وزن پورا کرنے کے لیے ”اِس طور پر ناداں“ کا اضافہ اطناب ممل اور غیر ضروری ہے۔ اِس کے بغیر ہی مفہوم کا ابلاغ ہو رہا ہے۔ ”اِس طور پر ناداں“ کی بہ جائے ”اس طور سے ناداں“ مناسب ہے۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں شاعر موصوف نے محذوفات کا جو کشاد کیا ہے وہ ناگزیر تھا، ان کے بغیر منطوقِ آیت کی تفہیم ممکن نہ تھی۔ ان دونوں اشعار میں لفظ عربی تین مرتبہ لایا گیا ہے، تینوں جگہوں پر ”ر“ کے سکون کے ساتھ نظم کیے گئے ہیں، جب کہ عربی کا صحیح تلفظ ”ر“ کے فتح کے ساتھ ہے، سکون کے ساتھ غلط ہے۔ شعر کو وزن میں رکھ کر پڑھیں تو عربی کے تلفظ کی حرمت برقرار نہیں رہتی اور اگر درست تلفظ کے ساتھ پڑھیں تو شعر وزن سے خارج ہوتا ہے۔ شاعر کو چاہیے تھا کہ جہاں لفظ عربی صحیح تلفظ کے ساتھ شعر کے وزن میں نہیں آرہا تو اس کا متبادل ”تازی“ کا لفظ استعمال کرتے جو اردو میں رائج بھی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے بھی تازی کا لفظ استعمال کیا ہے:

نہ زباں کوئی غزل کی ، نہ زباں سے باخبر میں
کوئی دل کشا صدا ہو ، عجمی ہو یا کہ تازی [37]

تیسرے شعر میں قافیہ کی غرض سے ”ہی“ کے اضافے نے شعریت کا خون کر دیا ہے۔ چوتھے شعر میں فاضل مترجم نے لَا يُؤْمِنُوْنَ کا ترجمہ ”خدا اور پیغمبر کے قائل نہیں ہیں“ کیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ درست ترجمہ ”وہ ایمان نہیں لائے“[38] ہے۔ آخری دونوں اشعار کے دوسرے مصرعے توضیحی اور تشریحی ہیں۔

التزام چہارم

جہاں جہاں آیت قرآنی پوری ہوگئی یا مضمون اس طور پر ختم ہوگیا کہ نظم میں طاق مصرعے رہ جاتے ہیں تو ان کو اُسی صورت میں رہنے دیا گیا۔ یہ طریقہ اگرچہ قواعدِ نظم کے اعتبار سے ناجائز ہے پھر بھی ایک خاص معنوی لطف اور ایک ادب و احتیاط کا حامل ہے۔ مثلاً:

قٓ وَ الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِo بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَ هُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ

قٓ۔ قسم قرآن کی ، ان کو تعجب بل کہ اس پر تھا کہ اُن کے پاس آیا اِک ڈرانے والے ان جیسا

فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ [39]

تو اہل کفر کہہ اٹھے ، انوکھی بات ہے یہ تو [40]

فاضل مترجم نے اپنی پیش کردہ مثال کے پہلے شعر میں مِنْهُمْ کا ترجمہ ”ان جیسا“ کیا ہے، جو کہ درست نہیں، صائب ترجمہ ”ان ہی میں سے“[41] ہے۔ متن میں القرآن کی صفت المجید لائی گئی ہے، جس کا ترجمہ ہونے سے رَہ گیا ہے؛ اگرچہ یہ گوارا ہے، مگر شاعر موصوف نے محذوفات کھولے ہیں، اُن سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ عربی متن کے ہر ہر لفظ کا ترجمہ کریں، کسی لفظ کو چھوڑیں نہیں۔

فاضل نظم نگار ترجمے میں اختصار کی خاطر یک مصرعی شعر لائے ہیں، شاعر نے ترجمے کے لیے مثنوی ہیئت کا انتخاب کیا ہے، جس کا ہر شعر دو مصرعوں پر مشتمل ہم قافیہ ہوتا ہے۔ فنی اعتبار سے اِس پر حرف گیری کی جاسکتی ہے، جس کا نظم نگار کو بھی ادراک ہے، مگر ترجمہٗ قرآن کو حشو وزوائد سے بچانے کے لیے اسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔ اثر زبیری سے قبل علامہ سیماب اکبر آبادی نے بھی اپنے ترجمے میں یک مصرعی شعر کہے ہیں[42]، جن کے ترجمے کو بہ اعتبار تخلیق کے اثر زبیری کے ترجمے پر تقدم حاصل ہے اور بہ اعتبار اشاعت کے زبیری کے ترجمے کو اوّلیت حاصل ہے۔ سیماب اور اثر زبیری کے یک مصرعی شعروں میں فرق یہ ہے کہ سیماب یک مصرعی شعر کو ماقبل کے دو مصرعی شعر کے ساتھ ہم قافیہ لاتے ہیں، جب کہ اثر زبیری یک مصرعی شعر کو اپنے مستقل قافیہ کے ساتھ لاتے ہیں، یہ ماقبل کے شعر سے ہم قافیہ ہوتا ہے نہ مابعد کے شعر سے۔

التزام پنجم

جن جن مقامات پر مترجمین میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے وہاں فاضل مترجم کے دعویٰ کے مطابق کہ اُنھوں نے خاص طور پر تفحص و تحقیق سے کام لے کر اور سیاق وسباق کو مدنظر رکھ کر تفاسیر کی مدد سے منطوق آیت کو قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً:

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ [43]

پھر اُس کے واسطے آنے کا رستہ کر دیا آساں پھر اس کو موت دی اور پھر بنایا قبر کا مہماں [44]

فاضل مترجم اپنی پیش کردہ مثال میں متن قرآن کے مفہوم کے ابلاغ میں کام یاب ٹھہرے ہیں۔ ”السبیل“ کی تفسیر اور تعیین میں مفسرین کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، مفسر ماوردی نے ”السبیل“ کی تاویل میں چار اقوال نقل کیے ہیں: نمبر 1: ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ، نمبر 2: سعادت و شقاوت کا راستہ، نمبر 3: ہدایت اور ضلالت کا راستہ اور نمبر 4۔ منفعت اور مضرت کا راستہ۔[45] آخری تینوں نتیجے کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ اکثر مفسرین نے اوّل الذکر معنٰی و مراد کو ترجیح دی ہے۔ اثر زبیری کے ترجمے سے بھی پہلے قول کی تعیین ہو رہی ہے۔

التزام ششم

فاضل نظم نگار اپنے چھٹے التزام کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> نظمِ مطالبِ قرآنی فی نفسہا ایک نازک مرحلہ تھا، اس لیے بہ مقتضائے احتیاط، اشاعت سے پہلے میں نے مقتدر علما کے سامنے اپنی کاوشوں کے نمونے پیش کر کے اُن کا استمزاج اور ان کی دعائیں حاصل کر لی ہیں، جن کی تفصیل خود اِن حضرات کی وہ تقاریظ ہیں، جو اس مجلہ [مجلد] کے ساتھ شائع ہو رہی ہیں۔[46]

التزام ہفتم

"سحر البیان" میں عمومی طور پر لفظی ترجمہ کیا گیا ہے، لیکن بعض جگہ شگفتگی زبان کو ملحوظ رکھتے ہوئے بامحاورہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے اور مروّجہ محاوروں کو بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اوّلاً لفظی ترجمہ کی مثال ملاحظہ ہو:

قَالُوْٓا ءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ ھٰذَآ اَخِیْ

وہ یوں کہنے لگے کیا واقعی ہیں آپ یوسفؑ ہی کہا، ہاں میں ہی خود یوسف ہوں اور یہ ہے مرا بھائی

قَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا

خدا نے واقعی ہم پر بڑا احسان فرمایا

اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ[47]

یقیناً اِتّقا اور صبر کا رہتا ہے جو خوگر تو نیک افراد کا، ضائع نہیں کرتا صلہ داور[48]

شاعر کی یہاں "لفظی ترجمے" سے مراد ترجمے کی قسم "لفظی ترجمہ" نہیں ہے، جسے تحت اللفظ یا لفظ بہ لفظ ترجمہ کہتے ہیں، جیسے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کا لفظی ترجمہ ہے۔ یہاں فاضل موصوف کی لفظی ترجمے سے مراد ایسا بامحاورہ ترجمہ جو سلیس اور سادہ ہو، جو محاورے سے معریٰ ہو۔ لفظی ترجمہ کرتے ہوئے درج بالا نمونہ کلام میں شاعر موصوف نے اپنے ترجمہ کو خواہ مخواہ کی تاکیدات سے بھر دیا ہے۔ "کیا واقعی آپ یوسف ہیں؟" درست ہے، "ہی" کا اضافہ محض قافیہ بندی کے لیے ہے۔ دوسرے مصرعے میں "ہاں میں ہی خود یوسف ہوں" میں "خود" مہمل اور محض وزن پورا کرنے کے لیے ہے، اس کے بغیر جملہ مکمل اور درست ہے۔ شاعر نے تاکیدی الفاظ برتتے ہوئے کسی قرینہ کا لحاظ نہیں رکھا۔ مترجم نے یہاں "قَالَ" کا ترجمہ "اُس نے جواب دیا" کیا ہوتا تو زیادہ مناسب تھا، کیوں کہ نظم نگار مترجم کا دعویٰ ہے کہ اس نے "قَالَ" اور اِس جیسے الفاظ کا ترجمہ موقع و محل کے مطابق کیا ہے۔ اِسی طرح لفظ "ہاں" کو فاضل مترجم نے واوین میں نہیں رکھا۔

آیت کے اگلے جزو میں فاضل مترجم نے "قَدْ" کا ترجمہ واقعی کیا ہے۔ آیت کا سیاق وسباق یہ بتارہا ہے کہ یہاں "قَدْ" تاکیدی نہیں بلکہ ماضی قریب کے معنیٰ میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہماری تکلیف کو راحت سے، افتراق کو اجتماع سے اور قلتِ مال وجاہ کو کثرتِ مال وجاہ سے تبدیل فرمادیا۔ آخری شعر جزو آیت کا خوب شاعرانہ ترجمہ ہے۔ اب بامحاورہ ترجمہ کی مثال ملاحظہ ہو:

وَلَتَجِدَنَّھُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا

حریصِ زندگی سب سے سوا تم اِن کو پاؤ گے کچھ اہلِ شرک بھی ہیں "اس کا خواہاں جن کو پاؤ گے"

یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ

یہی ہر فرد کی خواہش ہے عمرِ نوح مل جاتی "جو دس سو سال رہتی جسم میں وہ روح مل جاتی"

وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ[49]

سزا سے بچ نہیں سکتے اگرچہ عمر بڑھ جائے کہ رکھتا ہے خدا اپنی نظر میں سب عمل اُن کے[50]

درج بالا مثال میں شاعر موصوف زبردست مغالطے کا شکار ہوگئے ہیں: ایک تو شاید لَتَجِدَنَّ کا مرجع فاضل مترجم کے نزدیک حضور ﷺ کی ذاتِ اطہر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اِس کا ترجمہ "تم اِن کو پاؤ گے" کیا ہے۔ مترجم نے ترجمہ میں حضور ﷺ

کے لیے "تم" کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ نمبر2: پہلے شعر سے آیت کا جو مفہوم اخذ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اِن (یہود) کو تمام لوگوں سے زیادہ حیاتِ دنیا کا حریص پائیں گے اور کچھ اہل شرک بھی دنیوی زندگی کا حرص رکھتے ہیں۔ فاضل مترجم نے اپنی دانست میں واؤ کو عاطفہ اور مِن کو تبعیضیہ مراد لیا ہے اور مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا کا عطف وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ پورے جملے پر کیا ہے، اس لیے "اس کا خواہاں جن کو پاؤ گے" کا اضافہ کیا ہے تاکہ معطوف کے ساتھ معطوف علیہ کا بھی ترجمہ ہو جائے۔ فاضل مترجم نے جو مفہوم اخذ کیا وہ درست نہیں ہے۔

درست مفہوم یہ ہے کہ اے نبی محترم ﷺ! آپ یہود کو تمام لوگوں سے حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زیادہ دنیا کے حریص پائیں گے۔ مشرکین کے ساتھ تقابل اس لیے کیا کہ آخرت پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے دنیوی زندگی ہی اُن کی جنت ہے، اِس لیے وہ حیات دنیوی کا طمع رکھتے ہیں۔ اہل یہود باوجود آخرت پر ایمان رکھنے اور جنت کے وارث ہونے کے دعویٰ کے، طولِ عمر کی حرص میں اہل شرک سے بھی آگے ہیں۔ احرص اسم تفضیل ہے، مِنۡ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا اور مِنۡ کے بغیر بھی۔ اس مفہوم کی تائید سیاق کلام سے بھی ہوتی ہے اور تمام مترجمین و مفسرین نے بھی اسی مفہوم کو لیا ہے۔

مترجم نے دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں "عمر نوح" کا محاورہ استعمال کیا ہے اور اگلے مصرع میں اُس کی مزید تشریح کر دی ہے۔ آخری شعر میں بھی شاعر درست ترجمہ کرنے سے قاصر رہے ہیں: ایک تو مفرد کا ترجمہ جمع سے کیا ہے، مفرد میں جو تاکید ہے کہ یہود کے ایک ایک فرد کو بھی اگر عمر مل جائے تو وہ اُن کو عذاب سے نہیں بچا سکتی، جمع میں یہ تاکید اس زور کے ساتھ منتقل نہیں ہو سکی۔ دوسرا وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ کا ترجمہ "سزا سے بچ نہیں سکتے اگرچہ عمر بڑھ جائے" یہ ترجمہ نہیں ہے۔ ٹھیک ترجمہ وہ ہے جو مولانا عبد الماجد دریابادی نے کیا ہے: "حالاں کہ وہ اتنی عمر پا بھی جائے تو یہ (امر) اُسے عذاب سے تو نہیں بچا سکتا"۔ [51] دوسرے مصرعے میں "واؤ" کا ترجمہ "کہ" کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔

التزام ہشتم

اثرؔ زبیری مرحوم نے اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کی شان کے منافی کوئی لفظ استعمال نہ کیا جائے، اسی طرح عصمتِ انبیاء کو بھی ملحوظ رکھا ہے تاکہ منصبِ رسالت پر حرف نہ آئے۔ آپ ترجمے کرتے ہوئے اُن مشکل مقامات سے بخیر و عافیت گزر گئے ہیں جہاں بڑے بڑے مترجمین بھی صحیح معنوں میں عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ مثال ملاحظہ ہو:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَ اَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ

وہ یوں کہنے لگیں ہے ہے بھلا کیا ماں بنوں گی میں در آں حالیکہ ہوں "از کار رفتہ یعنی" بوڑھی میں

وَهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ [52]

یہ شوہر ہیں جو خود بھی سن رسیدہ ہیں بہت کافی یہ "مژدہ" در حقیقت بات ہے از حد تعجب کی [53]

درج بالا مثال میں يٰوَيْلَتٰٓى کا ترجمہ فاضل مترجم نے "ہے ہے" کیا ہے۔ "ہے ہے" کلمۂ تأسف ہے، جب کہ یہ مقام، مقامِ تأسف نہیں، بل کہ مقامِ تعجب ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوش خبری سنی تو از راہِ تعجب کہا کہ بھلا میں ماں بنوں گی، در آں حالیکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے شوہر بھی عمر رسیدہ ہیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے تعجب کے اظہار کے لیے يٰوَيْلَتٰٓى کے لفظ کا استعمال کیا ہے۔ اہلِ عرب اظہارِ تعجب کے لیے اِس لفظ کا استعمال کرتے ہیں، بقول مفسر شہیر ابن جریر طبری:

"یا ویلتا" وهی کلمة تقولها العرب عند التعجب من الشئ، والاستنكار للشئ" [54]

"یا ویلتا" اہلِ عرب کسی چیز سے تعجب کے وقت اس کلمہ کو کہتے ہیں اور کسی چیز سے ناپسندیدگی کے اظہار کے لیے بھی اس کلمہ کا استعمال کرتے ہیں۔

آیت کا سیاق بتارہا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام نے یہاں تعجب کا اظہار کیا۔ اس اظہار تعجب پر فرشتوں نے کہا:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ[55]

اُنھوں نے کہا کہ کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔

کسی بھی مترجم نے يٰوَيْلَتٰى کا ترجمہ "ہے ہے" نہیں کیا۔ مقام کا تقاضا یہ تھا کہ فاضل مترجم يٰوَيْلَتٰى عربی محاورے کا ترجمہ اُردو محاورے "اَے ہے" سے کرتے جیسا کہ مولانا فتح محمد جالندھری نے کیا ہے، ملاحظہ ہو:

اُس نے کہا اَے ہے میرے بچہ ہو گا؟ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرے میاں بھی بوڑھے ہیں، یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔[56]

دوسرے شعر میں 'کافی' کا لفظ محض قافیہ سیدھا کرنے کے لیے ہے، یہاں 'کافی' کا استعمال درست نہیں ہے، کافی بہ معنی "زیادہ" غلط فاحش اور غیر علمی استعمال ہے۔ کافی بہ معنی "مکتفی" ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ[57]

کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ کے شاعر نے دو ترجمے کیے ہیں: ایک اپنے مقدمے میں:

یہ "مژدہ" واقعی اِک بات ہے از حد تعجب کی

دوسرا ترجمہ سورۂ ھود میں اپنے مقام پر:

یہ "مژدہ" در حقیقت بات ہے از حد تعجب کی

ثانی الذکر ترجمہ اوّل الذکر سے بہتر ہے۔ "از حد" کا بہ طور صفت تعجب کے ساتھ استعمال غیر فصیح ہے۔ "از حد" تعجب کی وہ صفت ہے جو کبھی تعجب کے ساتھ استعمال نہیں ہوئی۔

ضالاً کا لفظی ترجمہ بڑی احتیاط کا طالب ہے، خصوصاً جب کہ اِس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ سے متعلق ہو۔

وَ وَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى[58]

اور اس نے آپ کو نامحرم "اسرار" پایا تھا پھر اُس نے آپ کو رستہ دکھایا "دینِ برحق کا"[59]

التزام نہم

عام طور پر تراجم کا مزاج یہ رہتا ہے کہ جملہ اسمیہ کا ترجمہ جملہ اسمیہ سے، جملہ فعلیہ کا ترجمہ جملہ فعلیہ سے کیا جاتا ہے، اِسی طرح اسما کا ترجمہ اسما سے اور ضمائر کا ترجمہ ضمائر سے ہوتا ہے۔ اثر زبیری نے اِس میں تھوڑا سا تصرف کیا ہے، آپ نے بعض مقامات پر اسما کا ترجمہ ضمائر کے ساتھ اور ضمائر کے ضمن میں اسما کو ظاہر کر دیا ہے۔ اِس امر کا محرک معنوی ضرورت اور ترسیع کلام کا خیال تھا۔

قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ

وہ بچہ بول اٹھا خود ہی کہ میں اُس رب کا ہوں بندا دیا ہے جس نے مجھ کو اک صحیفہ "دین و دانش کا"

وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ[60]

اور اُس نے رتبۂ پیغمبری بھی مجھ کو بخشا ہے جہاں بھی میں ہوں مجھ کو صاحب برکت بنایا ہے[61]

التزام دہم

ہر سورۃ کو نئے صفحے سے شروع کرنے کا خاص طور پر التزام کیا ہے، اگرچہ گزشتہ سورۃ جہاں ختم ہوئی ہے وہاں خالی جگہ ہی کیوں نہ ہو۔ نظم نگار کی یہ بات محض دعویٰ کی حد تک ہے، عملی طور پر اس کا اظہار صرف بعض بڑی سورتوں کی حد تک ہوتا ہے، مگر چھوٹی سورتوں میں اس دعویٰ کا بالکل پاس نہیں رکھا گیا۔

حاصل بحث

"سحر البیان" زبان و بیان اور شستگی وروانی کے حوالے سے کئی دیگر منظوم تراجم پر فائق ہے، اس میں تشبیہ واستعارہ اور روزمرہ ومحاورہ کا استعمال درست اور بر محل کیا گیا ہے۔ شاعر موصوف کو فنِ عروض پر کامل دست گاہ ہے۔ اس ترجمے کا سب بڑا نقص، جس کا تعلق اگرچہ ترجمے سے نہیں، بل کہ اشاعت سے ہے اور اس کے اشاعت کنندہ چوں کہ نظم نگار خود ہیں، اس لیے اس نقص کی ذمہ داری بھی نظم نگار مترجم پر ہی عائد ہوتی ہے، کہ قرآن مجید کی آیات و بینات کو شعروں کے مصرعوں کے تابع کرکے شعری ہیئت میں لکھا گیا ہے، بادی النظر میں آیات یا اُن کے اجزا پر بھی شعر کا گمان ہوگا۔ ایسا کرنے کا محرک یقیناً قرآن فہمی ہوگا، کہ آیت یا جزوِ آیت کے تحت اس کا ترجمہ آجائے، تاکہ قاری کو قرآن فہمی میں سہولت حاصل رہے، جیساکہ عام طور پر لفظی ترجموں میں ہوتا ہے، مگر لفظی ترجموں میں متن کی تلاوت آسان ہوتی ہے، اس ہیئت میں روانی کے ساتھ تلاوت مشکل ہے۔ شاعر نے اپنے ترجمے میں اختصار کی خاطر یک مصرعی شعر کی بدعت اختیار کی ہے، مگر اس کے باوجود حشو وزوائد کثرت سے ہیں۔ اسی طرح بعض اجزائے آیات کے ترجمے سے صرفِ نظر بھی کیا گیا ہے، نظم نگار مترجم اکثر و بیشتر قرآنی اُسلوب کا تتبع کرتے ہیں، مگر کہیں کہیں اعراض بھی کرتے ہیں اور غلط ترجمے کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

---

[1] جامی، احمد شہاب، **"قرآن کریم کے منظوم ترجمے "سحر البیان" کے مترجم اثر زبیری"**، مشمولہ روزنامہ جنگ کراچی، مورخہ 10/ جون 1997ء، ص9، جناب احمد شہاب جامی اثرؔ زبیری کے فرزند ہیں، اُن کا یہ مضمون اثرؔ زبیری کی پہلی برسی کے موقع پر روزنامہ جنگ میں شائع ہوا تھا؛ انوشہ آصف، **"سحر البیان منظوم خلاصہ مطالب قرآنی"** مشمولہ روزنامہ ایکسپریس (سنڈے ایکسپریس)، مؤرخہ 11/ جون 2006ء، ص10۔

[2] اثرؔ زبیری لکھنوی کا اصل نام مجید احمد تھا، مگر وہ ہمیشہ اپنا قلمی نام اثرؔ زبیری ہی استعمال کرتے، بعض لوگوں نے اثر زبیری کا نام مجید الدین احمد لکھا ہے جو کہ درست نہیں، راقم سطور مقالہ کے پاس اثرؔ زبیری کا ایک مکتوب مؤرخہ یکم فروری 1982ء بنام صدرِ مملکت جناب محمد ضیاء الحق مرحوم ہے، جس پر آپ نے اپنا نام مجید احمد اثر زبیری لکھا ہے، اس خط کے جواب میں لیفٹیننٹ کرنل محمد ظہیر ملک کا مکتوب مؤرخہ 8/ جون 1982ء میں بھی اثرؔ زبیری کو مجید احمد اثر زبیری کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے۔ راقم کے پاس اثرؔ زبیری کے متعدد مکاتیب ہیں، صرف اس ایک مکتوب کے علاوہ بقیہ تمام مکاتیب میں صرف قلمی نام استعمال کیا گیا ہے۔ سحر البیان میں شامل مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد حسین پالوا کی تقریظوں میں فاضل موصوف کا نام مجید احمد اثر زبیری لکھا ہوا ہے، دیکھئے: **سحر البیان**، ج1، 2، ص28، 33؛ روزنامہ انجام کراچی کی 15/ ستمبر 1956ء کی اشاعت میں محترمہ محمودہ سلطانہ نے برق وشرر کے عنوان سے اثرؔ زبیری کے پہلے اور تیسویں پارے کے ترجمے پر تبصرے میں فاضل نظم نگار کے قلمی نام کے ساتھ مجید الدین احمد لکھا ہے۔ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب "قرآن حکیم کے اُردو تراجم" میں اثر زبیری کا نام مجید الدین احمد لکھا ہے، جو کہ غلط ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: صالحہ عبدالحکیم، ڈاکٹر، **قرآن حکیم کے اُردو تراجم**، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، س ن)، ص161۔ محمد عالم مختار حق کا ماخذ بھی شاید ڈاکٹر صالحہ کی کتاب ہے، کہ انھوں نے بھی فاضل موصوف کا نام مجید الدین احمد لکھا ہے، دیکھئے: مختار حق، محمد عالم، **قرآن مجید کے اُردو تراجم وتفاسیر**، مشمولہ "سیارہ ڈائجسٹ (قرآن نمبر)"، مدیر: خورشید عالم، ط:2، جون 1984ء، ج41، ش6، ج3، ص446۔

[3] اثرؔ زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، (کراچی: الحجاز پبلشرز، س ن)، 1/ 18۔

[4] شمع ازل، 226 صفحات پر مشتمل ستمبر 1939ء میں رحمانی پریس پاٹا نالہ لکھنو سے مطبوع ہوئی، ملنے کا پتا: زبیرؒ منزل پاٹا نالہ لکھنو درج ہے، یہ غالباً اثرؔ زبیری کی قیامِ پاکستان سے قبل کی رہائش گاہ ہے۔ اِس کتاب کا پیش لفظ مشہور مفسر و مترجم قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے۔ سرورق پر یہ شعر ہے:

ملی ہے روشنی آفتاب لم یزل مجھ کو

ودیعت کر گیا روح الامیں شمع ازل مجھ کو

[5] سلسبیل اثرؔ زبیری لکھنوی کا حمد و نعت اور مناقبِ اصحاب رسول ﷺ کا مجموعہ ہے، 276 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ الحجاز پبلشرز کیمبل اسٹریٹ کراچی سے 1983ء میں زیور طبع سے مرصع ہوا۔ اس کا پیش لفظ مولانا عبد الماجد دریابادی نے لکھا ہے، یہ دراصل وہی پیش لفظ ہے جو "شمع ازل" کے آغاز میں ہے۔ معمولی قطع و برید کے بعد "سلسبیل" کے شروع میں لگا دیا ہے۔ تقریظ نگاروں میں جناب شاہ بلیغ الدین، ڈاکٹر جمیل جالبی اور مولانا ڈاکٹر عبد الحی عارفی شامل ہیں۔

[6] مسودہ "صحیح اُردو" کے حوالے سے جناب ڈاکٹر جمیل جالبی اور جناب ڈاکٹر انعام الحق جاوید کا ایک ایک خط بنام اثرؔ زبیری مرحوم مؤرخہ بالترتیب 26/ جون 1988ء و 28/ نومبر 1988ء راقم سطور کے پاس موجود ہیں۔

[7] اثرؔ زبیری "غبار کارواں" کو شاید کئی حصوں میں شائع کرنا چاہتے تھے، اس کا حصہ اول راقم کے پاس موجود ہے، جو 79 صفحات پر مشتمل ہے۔

[8] احمد شہاب جامی سے انٹرویو، جناب جامی نے اپنے والد کی تعلیمی استعداد بتاتے ہوئے غالباً کا لفظ استعمال کیا تھا، وثوق سے نہیں کہا۔

[9] Daily Buisness Recorder Karachi, dated: June 12, 1996; Daily DAWN Karachi, dated June 12, 1996
؛روزنامہ جنگ کراچی، مؤرخہ 12/ جون 1996، ص 2؛ سید محمد قاسم نے اپنی کتاب "پاکستان کے نعت گو شعراء" جلد سوم میں جناب اثرؔ زبیری کا سالِ وفات 1994ء لکھا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔ دیکھیے: محمد قاسم، سید، **پاکستان میں نعت گو شعراء**، (کراچی: جہان حمد پبلی کیشنز، فروری 2010ء)، 3/ 107۔

[10] اثرؔ زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1، 2/ 19-18۔

[11] ایضاً۔

[12] ایضاً۔

[13] ایضاً، 2/ 1498۔

[14] البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (القاہرۃ: دار الشعب، ط: 1، 1407ھ/ 1987ء)، باب ان من البیان لسحرا، رقم الحدیث: 5767۔

[15] اثرؔ زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1، 2/ 26۔ نام کی وضاحت اِس لیے بھی ضروری ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ اثرؔ زبیری نے اپنے ترجمۂ قرآن کا نام "سحر البیان" امیر حسن کی مثنوی سحر البیان سے متاثر ہو کر رکھا ہے۔

[16] اثرؔ زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1، 2/ 56۔

[17] ضمیر نیازی نے [بہ قول ڈاکٹر مولوی عبد الحق] سحر البیان کی اِس 1951ء والی طباعت کو مکمل تراجم کی فہرست میں نمبر 12 پر رکھا ہے، یہ درست نہیں، اِس مذکورہ سنہ والی طباعت جزوی ہے، جو پہلے پارے پر مشتمل ہے۔ ضمیر نیازی کا مضمون جس وقت چھپ رہا تھا اُس وقت سحر البیان کی تبییض و تسوید کا کام آخری مراحل میں تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ضمیر نیازی، "**کلام پاک کے اوّلین منظوم ترجمہ و تفسیر**" مشمولہ نوائے ادب بمبئی، اکتوبر 1975ء، بہ حوالہ: ڈاکٹر مولوی عبد الحق، "**مذہبی تصانیف کے اُردو تراجم**" مشمولہ "ترجمہ کا فن اور روایت"، مرتب: ڈاکٹر قمر رئیس، (دہلی: تاج پبلشنگ ہاؤس، ط: 1، جون 1976ء)، ص 151۔

[18] ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم نے سحر البیان کے پارہ اوّل و دوم اور تیسویں پارے، تینوں کا سالِ اشاعت 1371ھ مطابق 1951ء لکھا ہے، جو کہ غلط ہے، تینوں الگ الگ جلدوں اور الگ الگ وقتوں میں شائع ہوئے ہیں، یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ فاضلہ محققہ سحر البیان کی مکمل اشاعت کی طرح تیسرے پارے کی جزوی اشاعت سے بھی بے خبر رہی ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: صالحہ عبد الحکیم، ڈاکٹر، **قرآن حکیم کے اُردو تراجم**، ص 161؛ غالباً محمد عالم مختارِ حق کا سحر البیان کے حوالے سے مصدرِ اطلاع بھی صالحہ عبد الحکیم کی مذکورہ کتاب تھی، کیوں کہ آپ بھی سحر البیان کے حوالے سے اتنی ہی آگاہی رکھتے تھے، جتنی ڈاکٹر صالحہ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: مختار حق، محمد عالم، **قرآن مجید کے اُردو تراجم و تفاسیر**، مشمولہ "سیارہ ڈائجسٹ (قرآن نمبر)"، مدیر: خورشید عالم، ط: 2،

جون 1984ء، ج 41، ش 6، ج 3، ص 446۔

[19] اِس ترجمہ پر متداول طریق پر سنہ طباعت کا ذکر نہیں، 1974ء سے 1976ء کا اندازہ اس طرح لگایا ہے کہ فاضل مترجم نے اپنے مقدمہ پر 27/ رمضان 1394ھ [14/ اکتوبر 1974ء] تاریخ رقم کی ہے، اِسی طرح مولانا سید شمس الحسن تھانوی کی تقریظ پر 17/ جولائی 1974ء کی تاریخ درج ہے اور دوسری جلد کے آخر میں مولانا سلیم اللہ خان کی تقریظ پر 5/ جمادی الثانی 1396ھ مطابق 4/ جون 1976ء درج ہے، جس میں انھوں نے جلد اوّل کے مطبوع ہونے کی اطلاع بھی دی ہے۔ اِسی طرح ترجمہ کے اختتام پر دعائے ختم القرآن کے ساتھ 1394ھ بہ مطابق 1974ء درج ہے، دیکھئے: **سحر البیان**، 2/ 1493؛ ڈاکٹر حنیف سیف ہاشمی پروفیسر، صدر شعبۂ اُردو سہیادری آرٹس و کامرس کالج کوئم پو، یونیورسٹی شیموگہ کرناٹک نے اپنی تحقیق میں سحر البیان کو جزوی منظوم تراجم کی فہرست میں رکھا ہے اور انھوں نے بھی وہی غلطی کی ہے جو ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم نے کی ہے، غالباً محمد عالم مختارِ حق کی طرح اِن کی تحقیق کا انحصار بھی صالحہ عبد الحکیم ہی کی کتاب پر ہے۔ ڈاکٹر ہاشمی کی کتاب 1999ء میں طبع ہوئی ہے، جو کہ اُن کی پی ایچ ڈی تھیسس "حضرت رشید احمد رشید۔ حیات اور ادبی خدمات" کا ایک باب ہے، فاضل مصنف نے پروفیسر رزاق فاروقی کی نگرانی میں گلبرگہ یونیورسٹی، گلبرگہ (ریاست کرناٹک، ہندوستان) سے 1990ء میں ڈگری حاصل کی، جب کہ سحر البیان مکمل صورت میں 1976ء میں زیور طبع سے مرصع ہو چکی تھی، دیکھئے: حنیف سیف ہاشمی، ڈاکٹر، **قرآن مجید کے منظوم اُردو تراجم کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ**، (بنگلور: کرناٹک اُردو اکیڈمی، ط: 1، 1999ء)، ص 32۔

[20] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/ 1498۔

[21] قاضی عبد السلام بدایونی کی زاد الآخرۃ کے تعارف و تجزیہ پر مشتمل راقم السطور کا مقالہ ملاحظہ ہو: محمد سعید شیخ، ڈاکٹر، **"زاد الآخرۃ: سب سے پہلی مکمل منظوم اردو تفسیر: تعارف و تجزیہ"**، مشمولہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جلد 56، شمارہ 1-2، جولائی-دسمبر 2018ء، ص 41–62۔

[22] شمس الدین شائق کے ترجمہ کے تعارف و تجزیہ کے لیے راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو: محمد سعید شیخ، ڈاکٹر، **"برصغیر میں سب سے پہلا مکمل منظوم ترجمہ قرآن: تعارف و تجزیہ"**، مشمولہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ج 55، شمارہ 3، جنوری-مارچ 2016ء، ص 9–39۔

[23] مطیع الرحمٰن خادم کے ترجمے پر راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو: محمد سعید شیخ، ڈاکٹر، **"قرآن مجید کے منظوم ترجمے "نظم المعانی ترجمہ کلام ربانی" کا تنقیدی جائزہ"**، مشمولہ مجلہ علومِ اسلامیہ، فیکلٹی آف اسلامک لرننگ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جلد 25، شمارہ 1، جنوری-جون 2018ء، ص 3–18۔

[24] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، ایضاً، 1، 2/ 8۔

[25] ایضاً، 1، 2/ 7۔

[26] سورۃ فاطر 35: 37۔

[27] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/ 1075۔

[28] ابن کثیر، ابو الفدا اسماعیل ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، تحقیق: سامی بن محمد سلامہ، (بیروت: دار طیبہ، ط: 2، 1420ھ/ 1999ء)، 6/ 556؛ السیوطی، امام جلال الدین، **الدر المنثور فی التفسیر الماثور**، تحقیق: دکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، (مصر: مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربیہ والاسلامیہ، ط: 1، 1424ھ/ 2003ء)، 12/ 302۔

[29] سورۃ البقرۃ 2: 115۔

[30] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1/ 34۔

[31] راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد، **المفردات فی غریب القرآن**، تحقیق: محمد سید کیلانی، (بیروت: دار المعرفۃ، س ن)، ص 523۔

[32] سورۃ الاعراف 7: 155۔

[33] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1/ 394۔

[34] سورۃ حٰم السجدۃ 41: 44۔

[35] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/ 1182–1183۔

[36] تھانوی، **بیان القرآن**، ص 435۔

[37] اقبالؒ، محمد، ڈاکٹر علامہ، **بال جبریل**، نظم: وہی میری کم نصیبی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ط:10، 1958ء)، ص27۔

[38] تھانوی، **بیان القرآن**، ص435۔

[39] سورۃ قٓ 1:50۔

[40] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان، 2/1277**۔

[41] تھانوی، **بیان القرآن**، ص468۔

[42] سیماب اکبر آبادی کے ترجمہ قرآن پر راقم کا مقالہ ملاحظہ ہو: محمد سعید شیخ، ڈاکٹر، **"سیماب اکبر آبادی بحیثیت نظم نگار مترجم قرآن: ایک تنقیدی مطالعہ"**، مشمولہ فکر و نظر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جلد60، شمارہ 1، جولائی- دسمبر 2022ء، ص41–73۔

[43] سورۃ عبس 80:21–20۔

[44] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/1449۔

[45] الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد، **النکت والعیون**، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن)، 2/206۔

[46] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1–2/11۔

[47] سورۃ یوسف 12:90۔

[48] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1/588–589۔

[49] سورۃ البقرۃ 2:96۔

[50] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1/28۔

[51] دریابادی، عبد الماجد، مولانا، **القرآن الحکیم مع ترجمہ و تفسیر**، (لاہور: تاج کمپنی، س ن)، ص38۔

[52] سورۃ ھود 11:72۔

[53] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 1/546۔

[54] الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل آی القرآن**، تحقیق احمد محمد شاکر، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ط:1، 1420ھ/2000ء)، 15/398۔

[55] سورۃ ھود 11:73۔

[56] جالندھری، فتح محمد، **فتح الحمید**، (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، س ن)، ص369۔

[57] سورۃ الزمر 39:36۔

[58] سورۃ الضحیٰ 93:7۔

[59] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/1476۔

[60] سورۃ مریم 19:31–30۔

[61] اثر زبیری لکھنوی، **سحر البیان**، 2/740–741۔